عطاءالحق قاسمی کی نثر میں پنجابی لفظیات
(پنجابی اور اُردو لفظیات کا تقابلی جائزہ)

جاوید اقبال

Javed Iqbal

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

National University of Modern Languages, Islamabad.

ڈاکٹر رخشندہ مراد

Dr. Rakhshanda Murad

Assistant Professor, Department of Urdu,

National University of Modern Languages, Islamabad.

Abstract:

Atta-Ul-Haq Qasmi is a renowned Urdu Columnist. He portrayed many socio-political situation of different countries in his travel ages as well as other forms of prose. He used different Punjabi words instead of Urdu to portray the social situation according to its soul. The uses of Punjabi words made his prose notonly intersiting but also shows the vast meanings of his prose. Through this article it is tried to make a comparative study of Punjabi words with alternative Urdu words.

اردو اور پنجابی اس قدر لسانی اشتراکات کی حامل زبانیں ہیں کہ دونوں زبانوں میں ایک دوسرے کے الفاظ کا نہ صرف کثرت سے استعمال ہوتا ہے بلکہ بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جو دونوں زبانوں میں ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اردو نثر کے حوالے سے بات کی جائے تو بہت سے نثر نگاروں کے ہاں اردو میں پنجابی زبان کے الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ان پنجابی الفاظ کے استعمال سے نثر میں خوب صورتی پیدا ہونے کے ساتھ سماجی اور ثقافتی حوالے سے نثر کی معنویت میں بھی زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک زبان کی نثر میں کسی دوسری زبان کے الفاظ کی شمولیت میں تخلیق کار کے ہاں بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ یہاں یہ بات قابل تحقیق ٹھہرتی ہے کہ تخلیق کار نے دوسری زبان کا جو لفظ اپنی تحریر میں استعمال کیا ہے وہ کس تناظر اور کن معنوں میں استعمال کیا ہے، چوں کہ ایک لفظ کے ایک زیادہ معنی بھی ہوتے ہیں۔تخلیق کار جب کسی دوسری زبان کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کے پاس اس کا کوئی معقول جواز ہوتا ہے اور کوئی مخصوص معنی ہوتے ہیں جن معنوں میں وہ اس لفظ یا الفاظ کو اپنی

تحریر میں شامل کر رہا ہوتا ہے۔اس بات کی تحقیق کے لیے ان الفاظ کے مختلف معنوں کا آپس میں تقابلی جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عطاء الحق قاسمی کا شمار جدید عہد کے ایسے نثر نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے سفر نامہ اور مزاح نگاری کے ساتھ ساتھ کالم نگاری جیسی اصناف میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ان کی اردو نثر میں پنجابی زبان کے بہت سے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کے اردو متبادلات نہ صرف موجود ہیں بل اردو میں مستعمل ہیں۔ یہ عطاء الحق قاسمی کی نثر پر گرفت کا ثبوت ہے کہ پنجابی کے الفاظ کا کثرت سے استعمال کرنے کے باوجود ان کی نثر میں کہیں ابلاغ کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

پنجابی زبان کے الفاظ کا زیادہ استعمال ان کی ان نثری تحریروں میں ملتا ہے جو انھوں نے ظریفانہ مضامین یا کالموں کی شکل میں تحریر کی ہیں۔ یہ تحریریں جہاں ایک طرف پنجابی معاشرت اور ثقافت کی نمائندگی کرتی ہیں وہیں اردو کی ان تحریروں میں پنجابی زبان کے الفاظ کی شمولیت تحریروں کو معنوی اور صوتی حوالے سے بھی ایک نکھار عطا کرتی ہے۔ ذیل میں ان کی نثر سے پنجابی زبان کے الفاظ والی تحریروں کی مثالیں پیش کرنے کے ساتھ ان پنجابی الفاظ کے مختلف معنوں کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔

عطاء الحق قاسمی نے اپنی نثر میں پنجابی سماج کی عکاسی خوب صورت انداز میں کی ہے۔ پنجاب میں شادی بیاہ کی رسومات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میرے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ اس میں دلہن وغیرہ کے لیے قیمتی پارچہ جات ہیں جو دلہن والوں کو دکھا کر دلہا واپس اپنے گھر لے جائے گا۔اس نے یہ بھی بتایا کہ ان کپڑوں کو''وری'' کے کپڑے کہا جاتا ہے۔''(۱)

''وری'' اس تحریر میں پنجابی لفظ استعمال ہوا ہے جب ہم اس لفظ کے اردو متبادل پر غور کرتے ہیں تو ''(وری سوئی بھتا) بیاہ کے موقع پر دلہا دلہن کے گھر کپڑے وغیرہ خرید کر بھیجنا۔(م:)۔''(۲) کے معنی اس لفظ کے ملتے ہیں۔عطاء الحق قاسمی نے شادی بیاہ کی اس رسم میں ان کپڑوں اور دیگر سامان کو پنجابی الفاظ ہی میں بیان کر کے اس میں حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔اردو میں اس کے لیے بری کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اگر یہاں ''بری'' کا لفظ استعمال کیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ اصل پنجابی ماحول اور سماجی منظر نامے کی عکاسی نہ ہو پاتی بل کہ مزاح کا جو لطیف انداز اس تحریر میں ''وری'' کے استعمال سے جھلک رہا ہے وہ بھی سامنے نہ آ پاتا۔اسی طرح ایک اور جگہ وہ شادی بیاہ کی ایک رسم یعنی نوٹ پھینکنا کا ذکر بھی وہ پنجابی زبان کی آمیزش سے یوں کرتے ہیں کہ قاری ایک لمحے کے لیے ہی سہی خود کو اس پنجابی ماحول میں کھڑا محسوس کرتا ہے۔۔شادی بیاہ کے موقع پر نوٹ پھینکنا ایک عام دستور بن چکا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''اگر کسی بارات میں ایسا نہ ہو تو یہ بچے چند قدم ساتھ چلنے کے بعد ''اوئے اوئے'' کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کا مطلب یہاں باراتیوں کی ''ناک کٹ جانا'' سمجھا جاتا ہے۔''(۳)

''اوئے اوئے کرنا'' کے اردو معنوں کو دیکھا جائے تو لغت میں یہ الفاظ ان معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔''ا۔بے عزتی سے بلانا،۲۔لڑائی جھگڑے کی بات کرنا۔''(۴)

یہاں ان دونوں معنوں کا تقابل کیا جائے تو قاسمی صاحب نے جس صورت حال کی منظر کشی کی ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کے ہاں اس تحریر میں یہ لفظ ''بے عزتی سے بلانا'' کے معنوں میں استعمال ہوا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے پیسے نہ ملنے کی وجہ

سے بارات والوں کو شرمسار کرتے ہیں جس کی وجہ سے قاسمی صاحب کے الفاظ میں ''ناک کٹ جاتی'' ہے یعنی بے عزتی ہو جاتی ہے۔اب یہاں جو بارات کا منظر نامہ بیان کیا جارہا ہے اس میں انھی الفاظ کے استعمال کے بغیر اگر اردو کے کسی لفظ کو استعمال کیا جاتا تو وہ منظر سامنے نہ آ سکتا تھا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بہت سے امور بعض سماجوں کے ساتھ اس حد تک جڑے ہوتے ہیں کہ ان کی عکاسی کے لیے تخلیق کار کو نہ صرف خود اس سماج میں اترنا پڑتا ہے بل کہ اسے اپنے کرداروں کے منہ میں وہ زبان بھی رکھنی پڑتی ہے جو اس سماج میں برتی جارہی ہوتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فن ہے جس پر پورا اترنا ہر نثر نگار کے بس کا کام نہیں۔کسی سماجی اور ثقافتی منظر نامے کو اسی سماج اور ثقافت کے تناظر میں بیان کرنا گویا ایک تصویر کھینچ دینے کا عمل ہوتا ہے۔ یہ تصویر ایک کیمرہ مین سے زیادہ ایک مصور کا شاہ کار محسوس ہو تو تب جا کر وہ منظر اپنی اصل کے ساتھ سامنے آتا ہے۔عطاء الحق قاسمی کا یہ فن ہے کہ وہ پنجابی سماج اور ثقافت کی عکاسی کرتے وقت تحریر میں ایک مصور کی طرح پنجابی الفاظ سے یوں رنگ بھرتے ہیں کہ وہ منظر اپنی پوری جولانی کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔

پنجاب کے خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں عورت کا کام گھر سنبھالنا اور امور خانہ داری انجام دینا ہوتا ہے۔گھر کے تمام کام اس کے ذمے ہوتے ہیں۔اس کے بارے میں قاسمی لکھتے ہیں:

> ''اسے گھر کی رانی سمجھتے ہیں اور پوری عزت دیتے ہیں، تاہم اس رانی کے فرائض میں جھاڑو دینا، برتن صاف کرنا، پوتڑے دھونا، کھانا پکانا، جھاڑ پونچھ کرنا اور شوہر، نیز اس کے ماں باپ، بہن بھائی، رشتے دار اور دوستوں کے نخرے اٹھانا ہے۔''(۵)

یہاں ہم پنجابی لفظ ''پوتڑا'' کے اردو متبادلات کی طرف بڑھیں تو اس کے معنی یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ:

> ''نہالچہ۔بچوں کے چوتڑوں کے نیچے رکھنے والا کپڑا (تاکہ پیشاب سے بستر خراب نہ ہو۔ نیپ کن،۲، ننھے بچے کے لپیٹنے کا کپڑا۔(ننھی چادر)۔''(۶)

قاسمی کے ہاں یہ لفظ اپنے انھی حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پنجاب کی عورت اپنے گھر، خاوند اور بچوں کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی ذمہ دار ہوتی ہے۔اسے بچے کے گیلا ہونے یا پاخانہ کرنے کی صورت میں اسے صاف کرنے کے لیے الگ سے کسی آیا کی خدمات حاصل نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے وہ پوتڑے دھونے سمیت تمام امور خود ہی انجام دیتی ہے۔

پنجابی معاشرت میں کسی عزیز رشتہ دار کے فوت ہو جانے پر غم کے اظہار کے طریقوں کو بیان کرتے ہوئے عطاء الحق قاسمی لکھتے ہیں:

> ''گھر کے قریب پہنچتے ہی ان کی آہ و زاری بلند سے بلند تر ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ گھر کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک کہرام مچ جاتا ہے۔اس موقع پر وہ باری باری مرنے والے کے قریبی لواحقین کو جپھا ڈال کر رونے جیسی آوازیں نکالتی ہیں۔''(۷)

جپھا ڈالنے کے اردو متبادل یوں بیان کیے گئے ہیں:

> ''جپھا: جپھے کی طرح چمٹنا۔۲۔کشتی یا پیار سے کسی کو گلے لگانے کی حالت یا فعل (پانا۔ مارنا)=کلاوا۔بڑی جپھی۔۳۔بغلگیری، پہلو۔''(۸)

جپھا ڈالنے کہ یہ تمام اردو متبادلات اس منظر کو زندہ کرنے میں اس طرح معاون ثابت نہیں ہو سکتے جس طرح ''جپھا

ڈالنے'' نے اس منظر کو بیان کیا ہے۔اس حالت میں لوگ ایک دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھتے ہوئے بغل گیر ہو جاتے ہیں اور ایک کے بعد دوسرے کے گلے لگنے کا یہ عمل جاری رہتا ہے۔ جپھا ڈالنا کے جو معنی بیان کیے گئے ان کا تقابل کیا جائے تو عطاء الحق قاسمی نے جو صورت حال بیان کی ہے اس میں اس لفظ کا پنجابی متبادل ''پیار سے گلے لگانے کی حالت'' ہے۔ یہ پیار اصل میں دوسروں کے غم بانٹ لینے کا نام ہے اور انھی معنوں میں یہ لفظ ان کے ہاں استعمال ہوا۔

پنجاب میں رشتے ناتوں کے اپنے نام ہوتے ہیں۔ایک لفظ بہت سے معنوں اور بعض اوقات متضاد معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ایسا ہی ایک لفظ ''شریک'' ہے۔جس کا تذکرہ قاسمی صاحب یوں کرتے ہیں:

''میں نے ہمراہی سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا گفتگو کر رہے ہیں۔اس نے بتایا کہ یہ کھانے کی گھٹیا کوالٹی پر بڑبڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ شوربہ پانی کی طرح پتلا تھا...... نیز یہ کہ یہ برادری کے لوگ ہیں اور انہیں ''شریک'' کہا جاتا ہے۔''(۹)

شریک بمعنی:

''شریک: (مذ۔ع)=بمعنی حصہ دار ا۔دشمن (ش:) ۲۔ساتھی۔ بھیال۔بھرا بھائی۔حصہ دار (کرنا۔ہونا) ۳۔رشتہ دار ۴۔قریبی۔۵۔ہمسایہ یک جدی۔ورثا۔(م:) کُڑم۔''(۱۰) یہاں شریک برادری والوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور اس میں بھی وہ برادری والے جو دل میں ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔اردو میں شریک جن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اس کا استعمال اس کے بالکل الٹ معنوں میں ہوتا ہے۔عطاء الحق قاسمی نے اس لفظ کو یہاں جس صورت حال کی عکاسی کے لیے استعمال کیا ہے وہ اپنی جگہ خاص معنویت رکھتا ہے۔جو صورت حال بیان کی جارہی ہے اور کھانے میں عیب نکالنے کے جس عمل کو سامنے لایا جارہا ہے وہ ایسا عمل ہے جس میں کوئی ایسا شخص ہی ملوث ہوسکتا ہے جس کا مقصد دوسرے کی عزت خراب کرنا ہو۔ یہ ایسا شخص ہوتا ہے جو گھر کا بھیدی ہو کر لنکا ڈھاتا ہے۔ پنجابی میں ان لوگوں کے لیے ''شریک'' کا لفظ بھی اسی وجہ سے استعمال ہوتا ہے کہ ایسے لوگ قریبی ہونے کے باوجود مخالف ہوتے ہیں۔

پنجابی ملبوسات میں دھوتی ایک اہم لباس ہے۔دیہات میں آج بھی اس کا چلن عام ہے۔قاسمی صاحب نے اس کی عکاسی یوں کی ہے۔

''دوسرے طبقے کے لوگوں میں دھوتی ایک بہت مقبول لباس ہے۔ یہ ایک ان سلے کپڑے پر مشتمل ہوتا ہے جسے لوگ اپنی کمر کے گرد باندھ لیتے ہیں۔''(۱۱)

دھوتی لباس کا ہی ایک حصہ ہوتی ہے۔لغت میں اس کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں کہ:

''دھوتی: (ص/مث)۔ا۔ ہندوؤں کا نیچے باندھنے والا ایک کپڑا۔ پانچ سے چھ گز تک لمبی ہوتی ہے۔ یہ عام طور پر مرد باندھتے ہیں جو کہ سوا گز چوڑا ہوتا ہے۔''(۱۲)

ان تمام معنوں میں دھوتی ایک لباس کے حصے کے طور پر ہی سامنے آتی ہے۔ ہندوؤں میں اس کے باندھنے کا رواج عام ہے۔قاسمی کے ہاں بھی یہ لفظ اپنے اصلی معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔انھوں نے اس مخصوص پہناوے کے ثقافتی و سماجی اثرات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ پنجاب میں دھوتی، تہبند یا مجھلا باندھ کر گھروں میں رہنا اور پھر دیہات میں ڈیروں وغیرہ پر تو جایا سکتا ہے اور آرام کیا جاسکتا ہے مگر دفتروں میں جانے کے لیے شلواریں اور پتلونیں پہننا پڑتی ہیں۔ یہ خالص پنجابی ثقافت کی علامت

ہے۔عطاءالحق قاسمی نے اس مخصوص لباس کو خاص اہمیت دی ہے۔ان کا ایک مکمل مضمون ''دھوتی دھوتی ہے'' کے عنوان سے اس لباس پر ہے۔جس میں انھوں نے دھوتی کے پس منظر میں پنجاب معاشرت کی خوب عکاسی کی ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اس لباس کی پنجاب کی معاشرت میں کتنی اہمیت ہے۔انھوں نے جورا پہلوان کے کردار کے ذریعے دھوتی کو نمایاں کیا ہے۔ اردو میں پنجابی ملبوسات کی عکاسی مختلف انداز میں ملتی ہے۔قاسمی کے ہاں بھی مختلف پنجابی ملبوسات خاص طور پر دھوتی کا بیان خاصے لطف کے انداز میں ہوا ہے۔دھوتی وہ لباس ہے جو بغیر سلائی کے تہبند کی صورت میں باندھا جاتا ہے۔یہ پنجاب کا مخصوص لباس ہے جس پر مختلف انداز کی رنگ دار لکیریں بنی ہوتی ہیں بعض دھوتیوں میں تلّے کی تاریں بھی بُنی ہوتی ہیں۔ ہر دھوتی کے حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ یہ گرمیوں کا پہناوا ہے۔پنجاب میں لوگ اسے نہ صرف تہبند کے طور پر باندھتے ہیں بلکہ گرمی میں جب پسینے سے شرابور ہو جائیں تو اس کے پہلو سے ہی ہوا بھی لینے لگتے ہیں اور پلو سے ہی پسینہ بھی صاف کرتے ہیں۔عطاء الحق قاسمی نے اسی معاشرتی انداز کو لطیف انداز میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح بعض اوقات وہ پنجاب کے کسی مخصوص علاقے کو لوگوں کے کسی طرزِ عمل کی عکاسی کرتے ہوئے پنجابی اوزاروں کے نام بھی پنجابی میں یوں بیان کرتے ہیں کہ اصل صورت حال سامنے آ جاتی ہے۔لاہور والوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ پتنگ بازی اور پتنگ لوٹنے کو عمل کو بڑے لطیف انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہاں کے لوگوں کو پتنگیں لوٹنے کو بہت شوق ہے۔وہ بیسیوں فٹ بلند چھتوں کی پتلی اور کمزور سی منڈیر پر ''ڈھانگا'' لیے کھڑے رہتے ہیں۔''(۱۳)

ڈھانگا ایک لمبا سا ڈنڈا ہوتا ہے جس سے پتنگ لوٹی جاتی ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔مثلاً ''ڈھانگا: (مذ)۔ا۔کیکر کی پھلیاں وغیرہ جھاڑنے والا لمبا بانس۔۲۔کھونڈی والی یا لوہے کی خم دار شکل لگی ہوئی۔۳۔لمبا بانس جس کے سرے پر داتری لگی ہوتی ہے۔ڈھانگو= ڈھانگوا۔فوجی بھرتی والوں کی لمبی سوٹی جس سے قد ماپتے ہیں۔۴۔لمبی اور پتلی لکڑی''(۱۴) قاسمی نے اس پنجابی لفظ کو ان معنوں میں سے پہلے معانی کے طور پر استعمال کیا ہے کہ پتنگ لوٹنے والوں کے پاس بھی ایسا ڈنڈا ہوتا ہے جیسا کہ کیکر کی پھلیاں وغیرہ جھاڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔یہاں عطاءالحق قاسمی نے اردو لفظ ''ڈنڈا'' کے استعمال کی بجائے پنجابی لفظ ''ڈھانگا'' استعمال کر کے نہ صرف تحریر میں خوب صورتی پیدا کی ہے بل کہ قاری کی اس تحریر میں دلچسپی بھی بڑھا دی ہے۔ایک لفظ ''ڈھانگا'' اس پتنگ لوٹنے کے عمل کو خالص لاہوری (پنجابی) ماحول میں لے گیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عطاءالحق قاسمی نے اپنی نثر میں اردو کی جگہ جو پنجابی الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ان کی نثر میں ابلاغ کے حوالے سے اردو متبادلات سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ان پنجابی لفظیات کے استعمال سے ان کی نثر حقیقی پنجابی ماحول کی عکاس بن کر ابھری ہے۔

رمضان کے مہینے میں مسلمانوں کے ہاں صورت حال خاصی بدل جاتی ہے۔ جہاں ایک طرف لوگ عبادات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہیں بہت سے غریب غرباء مانگنے کے لیے بھی نکل کھڑے ہوتے ہیں۔اس صورت حال کو بیان کرتے ہوئے عطاءالحق قاسمی پنجابی لفظیات کا استعمال یوں کرتے ہیں۔

> ''ہاتھوں میں چمٹا پکڑے گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آ جاتے ہیں اور خوب اودھم مچاتے ہیں۔جن کے پاس ڈھول نہیں ہوتا وہ کوئی ٹین وغیرہ کھڑکاتے ہیں۔''(۱۵)

ٹین کھڑکانا پنجاب کے گلی محلوں میں ایک عام رواج ہے۔ بچے بھی مستی میں آ کر اسے بجاتے رہتے ہیں۔ٹین اصل

میں دیہات کا ایک ڈبہ ہوتا ہے جس کے معنی ''ٹین (انگ۔Tin۔ مذ)۔ ایک دھات لوہے کی پتلی جستی چادر۔۲۔ پیپا یعنی کنستر۔۳۔ٹینڈ۔ پال۔(پ:)۔'' (۱۶) کے ہیں۔ٹین کھڑ کانا خاص طور پر رمضان کے مہینوں میں عام ہوتا ہے۔ مانگنے والے اور بچے دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ٹین کھڑ کاتے ہیں۔قاسمی کی تحریروں میں پنجابی معاشرت کی عکاسی بھی پنجابی الفاظ میں ملتی ہے۔

عطاء الحق قاسمی کی اردو نثر میں استعمال ہونے والی چند مزید پنجابی الفاظ کے اردو متبادلات دیکھیے۔ایک جگہ بیٹھنے کا انداز ملاحظہ ہو:

> ''یہاں میں نے سینکڑوں لوگوں کو بھرے ہوئے ایک ہال میں دیکھا کہ سٹیج پر دو شخص چوکڑی مار کر بیٹھے تھے۔'' (۱۷)

چوکڑی مارنا ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

> ''چوکڑی مارنا: (مار بیٹھنا) (مار کے بیٹھنا)۔ ٹانگوں کو سنگوڑ کر اور ایک دوسرے پر رکھ کر بیٹھنا۔'' (۱۸)

اردو میں اس کے لیے کئی اور متبادلات بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن عطاء الحق قاسمی نے جس وجہ سے اردو کی بجائے پنجابی لفظ استعمال کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں وہ خالص پنجابی ماحول میں خالص پنجابی لوگوں کی صورت حال کی عکاسی کر رہے ہیں۔ پنجاب میں اردو بولنے والے لوگ بھی پنجابی کو نہ صرف سمجھتے ہیں بل کہ روانی سے بول بھی سکتے ہیں۔اس کی وجہ دونوں زبانوں کا ایک ماحول میں پروان چڑھنا ہے۔ پنجابی ماحول کی عکاسی اپنے لطیف اُسلوب میں انھوں نے جس طرح پنجابی لفظ ''چوکڑی مارنا'' سے کی ہے۔ایسا اس کے اردو متبادل سے اگر ممکن ہو بھی جاتا تو ابلاغ کی وہ نمایاں صورت نہ بن پاتی جو اس پنجابی لفظ کے استعمال سے سامنے آئی ہے۔

پنجابی زبان کے الفاظ کے استعمال کی ایک اور صورت یہاں کے مقامی لوگوں کے ایک دوسرے کو پکارے جانے والے القاب وآداب اور ناموں کے حوالے سے بھی سامنے آتی ہے۔مقامی لوگوں کو ان کے اپنے القاب وآداب اور علاقائی نسبت کے حوالے سے پکارنے کا چلن بھی قاسمی کے ہاں نظر آتا ہے۔لاہور والوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''لاہوریئے صبح شام یہ بیئر پیتے ہیں، چنانچہ صبح سے شام تک اونگھتے رہتے ہیں۔اس بیئر کو مقامی زبان میں لسی کہا جاتا ہے۔'' (۱۹)

لاہوریئے، لاہور والوں کو کہا جاتا ہے۔لغت میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں:

> ''لاہوری (ص)۔لہوری=لہوریا۔ لاہور کا رہنے والا۔ لاہور کا سے متعلق۔'' (۲۰)

اب یہاں ''لاہوریئے'' کا لفظ جس طرح لاہور میں رہنے والوں کی ترجمانی کر رہا ہے ویسی ترجمانی اس کا اردو متبادل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ''لاہوریئے'' کی جگہ اگر اردو متبادل ''لاہور والے'' استعمال کیا جاتا تو بھی ابلاغ کا کوئی مسئلہ نہیں بنتا تھا لیکن لاہور والوں کے لیے ''لاہوریئے'' کا لفظ خاص پہچان بن چکا ہے۔ دوسری طرف ''لاہور والے'' میں ایسے لوگوں کا بھی شمار ہوتا ہے جو باہر سے کسی روزگار کے سلسلے میں لاہور میں مقیم ہیں جب کہ ''لاہوریئے'' خاص ان لوگوں کے لیے جو لاہور ہی کے رہنے والے ہیں۔عطاء الحق قاسمی جس صورت حال کی عکاسی اپنی تحریر میں کر رہے ہیں وہ خاص ان لوگوں کے

حوالے سے ہے جو لاہور کے اصلی مقیم ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے ''لاہوریئے'' کا پنجابی لفظ اردو الفاظ کا بہترین متبادل ہے جو پوری صورت حال کو سامنے لاتا ہے۔

قاسمی کے ہاں تحریر میں پنجابی کی لفظیات کا چلن یوں ہوا ہے گویا وہ کسی سے عام انداز میں باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں۔اسی عام انداز میں انہوں نے بہت سی پنجابی لفظیات استعمال کی ہیں۔ایک جگہ پنجابی لفظ ''سیانوں'' کا استعمال یوں کرتے ہیں:

''اندرون شہر کے عشاق اپنی محبوبہ سے عموماً اپنے یا اس کے گھر کی سیڑھیوں میں ملاقات کرتے ہیں یا میٹنگ پوائنٹ طے کرنے کے لیے اپنے مکان کی چھتوں پر کھڑے ہو کر کسی ڈھیلے میں رقعہ لپیٹ کر ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں جس کے نتیجے میں اکثر رقعہ گلی میں جا گرتا ہے اور ڈھیلا کسی بزرگ کو جا لگتا ہے۔سیانوں سے سنا ہے کہ اس سے اکثر و بیشتر خاصی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔'' (۲۱)

پچھلے چند عشروں سے معاشرے میں ان خرافات نے کافی زور پکڑ لیا ہے اور اب بات رقعوں سے بہت آگے نکل چکی ہے۔جدید دور میں رقعے اور خط کا تصور ہی ختم ہوتا جا رہا ہے قاسمی نے جس امر کی عکاسی کی ہے یہ اس دور کی کہانی ہے جب جدید آلات مواصلات کا چلن عام نہیں ہوا تھا۔معاشرے میں نفیس اور لطیف جذبات کے اظہار کا یہ انداز خوب رائج رہا اور اس کی وجہ سے مختلف گھرانوں میں پیچیدگیاں ہی نہیں دشمنیاں بھی پروان چڑھی ہیں۔ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ بہت سی دشمنیاں جو بیسیوں افراد کی زندگیوں کے چراغ گل کر گئی ہیں ان کی وجہ یہی غلط طریقے تھے جو مرد و زن اپنے جذبات کے اظہار کے لیے اپناتے رہے۔

عطاءالحق قاسمی نے اس بیان میں پنجابی کا لفظ ''سیانوں'' اس انداز میں بیان کیا ہے کہ یہ لفظ تحریر میں پنجابی ہونے کے باوجود کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہا۔''سیانا'' کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔پنجابی اردو ڈکشنری میں وہ یہ ہیں:

''سیانا] سیاناں[ا۔عقل مند۔دانش مند۔داناء۔بدھواں۔سمجھدار۔گیانی ۲۔جوان۔۳۔ ہوشیار۔چوکس۔چتر۔چالاک۔عقل مند۔۴۔پھرتیلا = کھچرا۔فریبی۔چھلیا۔جگتی ۵۔ کِرسی۔کنجوس ۶۔بزرگ۔عمر رسیدہ۔'' (۲۲)

ان معانی کو دیکھا جائے تو عطاءالحق قاسمی نے یہاں ''سیانوں'' کا لفظ بڑے وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔''سیانا'' کے معنوں پہ غور کیا جائے تو دانش مند، تیز، بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ وہ ہیں جن کے قول میں ان کا تجربہ اور مشاہدہ بولتا نظر آتا ہے اور یہ طبقہ پنجابی معاشرے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

عطاءالحق قاسمی نے صرف اپنی نثری تحریروں میں ہی نہیں بلکہ اپنے بعض ڈراموں میں بھی اس لفظ ''سیانا'' کا بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ایک ڈراما ''ہرفن مولا'' میں ایک مکالمے میں اس لفظ کا استعمال یوں کیا گیا ہے۔

''ناشاد: مجھے عزت، شہرت اور دولت سے عشق ہے اور سیانے کہتے ہیں کہ معشوق کے گھر کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر چلتے رہنا چاہیے ورنہ اس پر گھاس پھونس اگ آتی ہے۔'' (۲۳)

یہاں سیانے کا پنجابی لفظ ایسے لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو تجربہ کار اور عمر رسیدہ ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ قاسمی صاحب کا ایک اور اعجاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے جس طرح کے لوگوں کا ذکر تحریر میں کیا ہے ان کے حوالے سے بیان

بھی ایسے استعمال کرتے ہیں جوانھی لوگوں کے شایانِ شان ہوتے ہیں۔ یہاں سیانے کا لفظ استعمال کرنے کے بعد جو بیان سامنے لایا گیا ہے وہ حقیقی معنوں میں ان "سیانوں" سے خاصا میل کھاتا ہے۔

''سیانے'' کے علاوہ بزرگ اور عقل مند شخص کے لیے پنجابی میں ''کائیاں'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔۔عقل مند اور چالاک شخص کے لیے کائیاں کا لفظ بہت مستعمل ہے۔قاسمی کی تحریروں میں بھی یہ پنجابی لفظ بھی انھی معنوں میں ملتا ہے:

''جو دوست مجھے اس لیڈر کے پاس لے گیا وہ خود بھی بہت کائیاں تھا اور لیڈروں پر اپنے تعلقات کا رعب جما کر ان سے کام نکلواتا تھا۔'' (۲۴)

کائیاں کے معنی:

''کائیاں: (ص) = جو بڑا سیانا ہوشیار اور تجربہ کار ہو اور کانپ نہ کھائے۔'' (۲۵)

پنجابی معاشرے میں پائے جانے والے طبقاتی رویوں کے بارے میں قاسمی نے بڑی خوب صورتی سے پنجابی لفظیات استعمال کی ہیں۔ان لفظیات کا استعمال اور ان کے اردو متبادلات دیکھیے:

''تم گوری چمڑے والے ہوا گر تم بھی ''دیسی'' ہوتے تو تمھیں ان کی میزبانی کا صحیح انداز ہوتا۔'' (۲۶)

دیسی کے معنی پر غور کریں تو ''دیسی (ص): ا۔ دیس کا بنا ہوا۔۲۔ اپنے دیس سے متعلق۔۳۔ستھانک۔(مذ)۔ا۔ اپنے دیس کا رہنے والا۔۲۔ایک راگ۔۳۔حصار کے وہ سنار جو باریک کام جانتے ہیں۔(باگڑی کے متضاد)۔'' (۲۷) سامنے آتے ہیں۔

یہاں دیسی کا لفظ اپنے دیس کے رہنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔عطاء الحق قاسمی نے اردو کی بجائے اس پنجابی لفظ کے استعمال سے ایک تضاد کی صورت بھی پیدا کر لی ہے۔یہ تضاد ایسا ہے جو پنجابی معاشرے کے لوگ روزمرہ کی گفتگو میں بھی استعمال کرتے ہیں۔گوری چمڑی والے سے مراد یہاں انگریز ہیں جنھیں گورے بھی کہا جاتا ہے۔معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ''انگریزی'' اور ''دیسی'' ایک دوسرے کے تضاد کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔انگریزی اشیا اور دیسی اشیا سے ملتے جلتے الفاظ ہمارے روزمرہ کے معمول کا حصہ ہیں۔عطاء الحق قاسمی اپنی تحریر میں جو صورت حال بیان کر رہے ہیں وہ طبقاتی شعور کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ انگریزوں اور مقامی لوگوں کے تضاد کو بھی سامنے لا رہی ہے۔یوں اس صورت حال میں ''دیسی'' کا لفظ نہ صرف تحریر کو دلکش بنا رہا ہے بل کہ سماجی عکاسی بھی بہترین انداز میں کر رہا ہے۔

عطاء الحق قاسمی کے ہاں پنجابی لفظیات کا استعمال بعض جگہوں پر سماجی رویوں کی عکاسی کے لیے بھی ہوا ہے۔ معاشرے کے لوگ ایک دوسرے کو جس انداز میں طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔قاسمی نے انھی کے الفاظ میں اس طنز کو بڑی خوب صورتی سے اپنی تحریر میں سمویا ہے۔

''پاکستان میں ایک بہت لذیذ پھل پایا جاتا ہے جسے آم کہتے ہیں۔اسے لالی پاپ کی طرح چوسا جاتا ہے اور چوسنے سے پہلے اسے ''پولا'' کرتے ہیں۔......میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ ہر وقت خواتین کے جھمگھٹے میں رہتے ہیں۔میں نے ایک لاہوریئے سے پوچھا کہ یہ صاحب کیا کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: ''کچھ نہیں صرف آم پولا کرتے ہیں۔'' (۲۸)

آم پولا کرنا، آم کو چوسنے کے لیے نرم کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ عام طور پر کسی کی چاپلوسی

کرنا اور خوشامد کرنا کے معنوں میں لیا جاتا ہے اور عطاء الحق قاسمی نے بھی یہاں یہ لفظ انھی (چاپلوسی اور خوشامد کے) معنوں میں استعمال کیا ہے۔

معاشرے کا وہ طبقہ جو تصوف کی طرف مائل ہوتا ہے وہ اور بعض ایسے لوگ جنہوں نے ان صوفیا کا لبادہ اوڑھ رکھا ہوتا ہے ان سب کے لیے عام طور پر ''اللہ لوک'' کا لفظ پنجابی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا قاسمی کے ہاں استعمال بڑی خوب صورتی سے ہوا ہے۔

''ان کے چہرے پر جو سکون نظر آتا ہے وہ اپنے ہاں صرف کسی بڑے ''سینٹ'' ہی کے چہرے پر دکھائی دے سکتا ہے۔ سینٹ کو یہاں ''اللہ لوک'' کہتے ہیں۔'' (۲۹)

اللہ لوک کے اردو متبادلات لغت میں یوں بیان ہوئے ہیں:

''اللہ لوک: (ص) ۱۔ اولیاء اللہ۔ ۲۔ جنات ۳۔ فقیر۔ ۴۔ سیدھا سادھا۔'' (۳۰)

معاشرے میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کا مختلف اجتماعات میں کوئی کام تو نہیں ہوتا لیکن وہ دوسروں کے کاموں میں محض اپنی تفنن طبع کے لیے شامل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا بیان پنجابی لفظیات میں قاسمی نے بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے:

''میں نے ایک دوست سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ہنستے ہوئے کہا: ''کوئی خاص وجہ نہیں یہ سب ٹھرکی لوگ ہیں۔ صرف چسکے لینا چاہتے ہیں۔'' (۳۱)

ٹھرکی کے اردو متبادل دیکھے جائیں تو تحریر میں عطاء الحق قاسمی کا اس پنجابی لفظ کا استعمال برمحل نظر آتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی:

''ٹھرکی: (مذ/ص) ۱۔ جس کو کوئی ٹھرک ہے۔ ۲۔ حرصی۔ بوالہوس۔ ۳۔ کیمیا گری کا کام کرنے والا۔ ۴۔ جھکھڑ حسن پرست۔'' (۳۲)

یہاں ٹھرکی کا لفظ ایسے لوگوں کے لیے استعمال ہو رہا جن کا کام دوسروں کے فنکشنز میں فضول میں شریک ہو کر اپنا الو سیدھا کرنا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ محض تفنن طبع اور تاڑ جھانک کے لیے ان اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا رویہ کسی صورت بھی قابل تحسین نہیں ہوتا اور نہ ہی سماج میں ان لوگوں کو کسی اچھے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ عطاء الحق قاسمی نے ان لوگوں کے لیے وہی لفظ استعمال کیا ہے جو سماج میں بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ جن وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہ تمام امور ان لوگوں کے رویوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔

عطاء الحق قاسمی کی نثر میں پنجابی الفاظ کا استعمال اشیائے خورونوش کے لیے بھی ہوا ہے۔ اشیائے خورونوش میں دہی عام استعمال کی چیز ہے۔ دودھ سے دہی بنانے کے لیے رات کو دودھ میں جو لسی یا کوئی اور چیز ملائی جاتی ہے پنجابی میں جاگ لگانا کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال یوں کیا گیا ہے:

''بٹ صاحب دہی کے بہت شوقین ہیں چنانچہ انہوں نے رات سونے سے پہلے نہر کو'' جاگ'' لگادی تھی۔'' (۳۳)

''جاگ'' لگانا کے اردو متبادلات لغت میں یوں بیان کیے گئے ہیں:

''جاگ: (مذ) ۱۔ جمن۔ پنیر جامن۔ دہی جمانے کی لاگ۔ چھاچھ وغیرہ جس سے دودھ جمایا جائے (لانا) = سیمین ۲۔ کسی شے کی خاصیت یا اہمیت بڑھانے والا جوہر = مثلاً جب عشق جاگ جائے تو وہ اپنی پہچان کر لیتا ہے...... جاگ لانا: دودھ کو گرم کر کے دہی بنانے کے لیے کھٹائی (= جامن) لگانا۔'' (۳۴)

ان اردو متبادلات کو دیکھا جائے تو ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو تحریر میں ''جاگ'' کی جگہ پر استعمال ہو کر تحریر کے اسلوب کو بھی لطیف رکھ سکے اور اس میں ابلاغ کا بھی کوئی مسئلہ نہ پیدا ہونے دے۔ یہی اصل فن ہے کہ تخلیق کار جس ماحول یا ماحول کے جس امر کی عکاسی کر رہا ہے اس کا بیان اس انداز میں کرے کہ قاری کی طبیعت پر گراں نہ گزرے اور وہ آسانی سے خود کو بھی اسی ماحول میں کھڑا محسوس کرنے لگے۔ عطاء الحق قاسمی کے ہاں یہ فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔

لڈی پنجابی رقص کی ایک اہم قسم ہے۔ اس میں ایک خاص انداز سے رقص کیا جاتا ہے۔ پنجابی سماج میں یہ بہت مقبول رقص ہے۔ اس میں جس انداز میں جسم کو حرکت دی جاتی ہے اس کا استعمال عطاء الحق قاسمی نے ایک بیماری میں ہونے والے عارضے سے ملا کر یوں کیا ہے کہ تحریر کا لطف دوبالا ہو گیا ہے۔

''بھابھی میں نے تو سنا تھا بھائی جان بیمار ہیں، مگر یہ تو لڈیاں ڈال رہے ہیں۔'' (۳۵)

اب ذرا ''لڈیاں ڈالنا'' کے اردو متبادلات ملاحظہ ہوں۔ لغت میں ''لڈی ڈالنا'' کے معنی: ''لڈی پانا۔ لڈی کی کھیل کھیلنا۔ ۲۔ خوشی منانا۔ نچنا ٹپنا ۳۔ اودھم مچانا۔ کھپ پانا'' بیان ہوئے ہیں (۳۶)۔ عطاء الحق قاسمی نے اس لفظ کے استعمال سے اُسلوب میں وہ لطافت پیدا کی ہے جو ان کے اُسلوب کا خاصا ہے۔

اسی طرح ایک خاص پنجابی لفظ ''چوکھا'' بھی ان کی تحریروں میں کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ یہی لفظ محاورے اور ضرب الامثال کے طور پر بھی استعمال ہوا۔ اس کا استعمال اور اُردو متبادلات ملاحظہ ہوں:

''ان کی رسائی ڈاک کے ایک لفافے یا رجسٹریشن فیس کی ادائیگی سے ممکن ہو جاتی ہے اور ہینگ پھٹکڑی لگے بغیر بھی رنگ چوکھا آتا ہے۔'' (۳۷)

چوکھا سے مراد لغت کے اعتبار سے چوکھا: (س: چوک ش۔ص) ۱۔ کھرا۔ اچھا۔ صاف ستھرا۔ نرمل۔ اصلی خالص۔ ۲۔ خاصا۔ کافی زیادہ کثرت کثیر کتنا۔ زائد۔ بہت۔ اصل مقدار سے زیادہ ۳۔ چند واں'' (۳۸) ہے۔ عطاء الحق قاسمی نے بھی انھی معنوں میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔

مزاحیہ تحریروں کے لیے اردو میں کئی عنوان استعمال کیے جاتے ہیں لیکن پنجابی میں مزاح اور مذاق کو مخول بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے اس لفظ کا استعمال انھوں نے یوں کیا ہے:

''انگریزی اخباروں کے چند ادار یہ نگار ہیں جن کی تحریریں بظاہر سنجیدگی کے زمرے میں آتی ہیں لیکن درحقیقت وہ ''مخولیا'' تحریریں ہیں۔'' (۳۹)

مخولیا بمعنی:

''مخول (مذ)۔ مسخری۔ چُہل۔ مذاق۔ ٹھٹھا۔ ظرافت ۲۔ نکتہ چینی۔ غلطیاں نکالنا۔ ہنسی مذاق والی بات۔'' (۴۰)

قاسمی نے ظریفانہ تحریروں کو ''مخولیا'' کہہ کر انھیں پنجابی مزاج کے قریب کر دیا ہے۔اس کے علاوہ تحریروں کے معیار کو بھی طنز کا نشانہ بنایا ہے۔

مشکل کام کو سر کرنے کے لیے اور مختلف تکلیفیں اٹھانے کے لیے پاپڑ بیلنا یا پاپڑ ویلنا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ بہت زیادہ جتن کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور انھی معنوں میں قاسمی کے ہاں بھی استعمال ہوا ہے۔

''عادل مشہور ہونا کوئی آسان کام نہیں۔اس کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔'' (۴۱)

لغت میں پاپڑ بیلنا سے مراد:

''پاپڑ بیلنا (ویلنا): ا۔ دکھ جھاگنا۔ مصیبت جھیلنا۔۲۔ مکر کرنا۔۳۔ بہت زیادہ جتن کرنا یا محنت کرنا (تاکہ کوئی کام تکمیل کو پہنچ جائے)۔۴۔ دولت حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی چالیں چلنا۔'' (۴۲)

پانی یا کسی بھی اور مشروب کو بغیر وقفے کے ایک ہی سانس میں پی جانے کے عمل کو ڈیک لگا کر پینا کہتے ہیں۔اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قاسمی صاحب کے ہاں یوں ہوا ہے:

''استاد نے بھرے ہوئے سگریٹ کا سوٹا لگایا اور گلاس ''ڈیک'' لگا کر خالی کر دیا۔'' (۴۳)

ڈیک بمعنی: ڈِیک: (مث)= جھینک۔ ایک ہی سانس سے نگلنا۔ا۔ ایک ہی سانس میں کچھ پی جانے کا فعل۔ چابی۔(لانا)۲۔اڈیک۔(پو:)۔۳۔ چیک۔ چیخ (۴۴) استعمال ہوا ہے۔اور انھی معنوں میں قاسمی نے بھی اپنی نثر میں استعمال کیا ہے۔اسی طرح ہڈ پیر سلامت ہونا ایک عام پنجابی لفظ ہے اس کا استعمال وہ ان معنوں میں کرتے ہیں:

''جب تک والدین کے ہڈ پیر سلامت ہوتے ہیں وہ اپنی روزی خود کماتے ہیں۔'' (۴۵)

ہڈ پیر سلامت ہونا سے مراد اعضائے بدن کا درست انداز میں کام کرتے رہنا ہے۔یعنی مغرب میں جب تک والدین کی صحت قائم رہتی ہے وہ اپنی روزی خود کمانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں لیکن جب صحت جواب دے جائے تو اولاد ان کو سنبھالنے کی بجائے سوشل سیکیورٹی والوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

تعظیم اور عقیدت کا اظہار کرنے کے لیے اردو اور پنجابی میں بہت سے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔قاسمی نے ایک منفرد لفظ ان معنوں میں استعمال کیا ہے:

''تاہم اس وقت بزرگوں کی ''ہتھ جوڑی'' کرانے کے لیے یہ سطور نہیں لکھ رہا، بلکہ اس وقت تو میرے ہدف پیر و مرشد ضمیر جعفری ہیں۔'' (۴۶)

ہتھ جوڑی کے اردو متبادلات:

''ہتھ جوڑنا (متعدی)۔عزت یا منت کے لیے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں سیدھی رکھ کر جوڑنا یا ملانا۔۲۔منت کرنا۔معافی مانگنا۔۳۔انکساری سے ہاتھ باندھنا۔۴۔رشتہ کی سانجھ ہو جانا، رشتہ جوڑنا۔'' (۴۷)

ان اردو متبادلات کی جگہ انھوں نے پنجابی لفظ ''ہتھ جوڑی'' کا استعمال برمحل کیا ہے۔اسی طرح بحث سے پنجابی لفظ بحثیا یوں بنایا گیا ہے۔

''سوال کرنے والوں میں کولمبیا کے وکٹر کا بھی کوئی جواب نہیں تھا، یہ حلقہ ارباب ذوق کا کوئی پیشہ ور ''بحثیا'' لگتا تھا۔''(۴۸)

بحثیا سے مراد: ''بحث: ا۔کسی بات پر ایک سے زیادہ لوگوں کی خیال آرائی۔۲۔جھگڑا۔تکرار۔۳،وکیل وغیرہ کا مقدمہ کو دلائل سے کھنڈن منڈن کرنے کی حالت۔بحثیا (مذ)۔بحث کرنے والا۔''(۴۹)

پاپی پیٹ ایک عام پنجابی ترکیب ہے، قاسمی کے ہاں بھی اس کا بڑی خوب صورتی سے استعمال کیا گیا ہے۔اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

''اس کے بعد پیٹ شروع ہوتا ہے اور ختم ہونے میں نہیں آتا، یہ وہ پیٹ ہے جسے ''پاپی پیٹ'' کہا جا سکتا ہے۔''(۵۰)

پاپی پیٹ کے لغت میں یہ معنی لکھے ہیں:

''اپی: (مف/ص)۔ا۔پاپ کرنے والا گنہگار۔۲۔اپرادھی۔ظالم۔ا۔۵۴۲ پاپی پیٹ بمعنی وہ پیٹ جو حرام پہ پلتا ہو۔''(۵۱)

یوں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عطاء الحق قاسمی کی اردو نثر میں پنجابی کے بے شمار الفاظ استعمال ہوئے۔انھوں نے ان پنجابی الفاظ کا استعمال اس قدر خوب صورتی سے کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ تحریر کی دل چسپی اور حسن میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں تو دوسری طرف ان پنجابی الفاظ کے استعمال سے پنجابی سماج اور پنجابی ثقافت کی عکاسی بھی خوب صورت طریقے سے ہو رہی ہے۔ان الفاظ کے متبادلات بھی اردو میں موجود ہیں لیکن ان اردو متبادلات کی بجائے پنجابی الفاظ تحریر کو صوتی، معنوی اور فنی حوالے سے زیادہ پرکشش اور لطیف بناتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۴ء، ص:۳۹

۲۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، لاہور: سچل سٹوڈیو پاکستانی پنجابی ادبی ایوارڈ، ۲۰۰۹ء، ص:۳۴۱۳

۳۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۴۵

۴۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۷۹

۵۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۴۶

۶۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۶۷

۷۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۴۷

۸۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۰۸۴

۹۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۴۸

۱۰۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۱۰۳

۱۱۔ عطاء الحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۵۲

۱۲۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۶۳۸

۱۳۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۵۴
۱۴۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۹۲۳
۱۵۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۵۵
۱۶۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۰۶۱
۱۷۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۵۶
۱۸۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۳۵۶
۱۹۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۵۸
۲۰۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۸۷۰
۲۱۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۶۲
۲۲۔ سردار محمد خان، مؤلف، پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۰۸۱
۲۳۔ عطاءالحق قاسمی، ہرفن مولا (ڈراما)، تدوین وتسوید: ڈاکٹر ثوبیہ نسیم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص:۹۷
۲۴۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۷۸
۲۵۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۲۸۸
۲۶۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۶۵
۲۷۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۶۵۵
۲۸۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۷۳
۲۹۔ ایضاً، ص:۸۰
۳۰۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۱۲
۳۱۔ عطاءالحق قاسمی، بلبلے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۸۹
۳۲۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۰۴۳
۳۳۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۴ء، ص:۱۱۶
۳۴۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۳۴۵
۳۵۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۱۱۹
۳۶۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۲۸۹۱
۳۷۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۱۲۷
۳۸۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۳۵۱
۳۹۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۱۳۲
۴۰۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۵۱۲
۴۱۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۱۵۰

۴۲۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۵۴۳
۴۳۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۱۵۰
۴۴۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۱۷۳۴
۴۵۔ عطاءالحق قاسمی، ہنسنا رونا منع ہے، مشمولہ: مجموعہ، ص:۲۲۱
۴۶۔ عطاءالحق قاسمی، شر۔گوشیاں، ص:۲۴
۴۷۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۳۴۹۳
۴۸۔ عطاءالحق قاسمی، شر۔گوشیاں، ص:۶۹
۴۹۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۳۶۰
۵۰۔ عطاءالحق قاسمی، شر۔گوشیاں، ص:۸۲
۵۱۔ محمد خان، سردار، مؤلف: پنجابی اردو ڈکشنری، ص:۵۹۶

☆......☆......☆